دل بہلاؤ

حسب الارشاد جناب معلی القاب نواب لفٹنٹ گورنر بہادر ممالک مغربی و شمالی

و بمنظوری صاحب ڈائرکٹر آف پبلک انسٹرکشن بہادر

ممالک مغربی و شمالی

واسطے استعمال مکاتب سررشتہ تعلیم کے مطابق ہدایت

ہنری کار ٹکر صاحب بہادر کمشنر قسمت بنارس کے

بابو شیو پرشاد نے

تالیف کی

الہ آباد

گورنمنٹ پریس میں چھاپی گئی

سنہ ۱۸۶۹ء

تیسری دفعہ ۵۰۰۰ جلد — Edition 5000 Copies

قیمت فی جلد ۱ر ۶ پائی — Price per copy 1½ Anna

دل بہلاؤ

پہلا حصہ

اندھوں کے پڑھنے کا آلہ

انگلستان کی ولایت میں اندھے بھی جاہل اور علم سے بے نصیب نہیں ہیں
لڑکوں کے پڑھنے کے واسطے وہاں ایک جدا مدرسہ بنا ہی سکو شاید تعجب ہوگا کہ اندھے
لڑکے کتاب کیونکر پڑھ سکتے ہیں اور کسطرح حرف پہچانتے ہونگے لیکن ولایت میں اندھوں
کے پڑھنے کے واسطے کتابیں طیار کرنے کی ایک نئی ترکیب ایجاد ہوئی ہے یعنی اُس کتاب کے
حرف اونچے اونچے اُبھرے ہوئے رہتے ہیں برابر ہو جانے سے وہ اندھے آدمی اُن
حرفوں کو ہاتھ سے چھوتے جاتے ہیں اور اُس کتاب کا مضمون بخوبی تمام پڑھتے چلے
جاتے ہیں بلکہ اُنکے لیے اِسطرح کا ایک اخبار بھی جاری ہے دیکھو انگلستان میں اندھے بھی علم سے
خالی نہیں رہتے اگرچہ خدا نے اُنھیں ظاہری آنکھیں نہیں دی ہیں لیکن باطنی آنکھ اُنکی کھلی ہوئی
ہے افسوس آتا ہے ہمکو اپنے ہندوستان کے آدمی پر کہ اندھے تو کیا یہاں آنکھ والے بھی نہیں
پڑھتے باوجودیکہ خدا نے اُنکو ظاہر میں بڑی بڑی آنکھیں دی ہیں مگر جب بھی باطن میں اُنکی پھوٹ گئی

ہے سچ ہے جبتک علم کا سورج روشن نہین ہوتا تب تک آدمی کے دل مین گویا اندھیری
شبون کی طرح اندھیرا پڑا رہتا ہے ؏

اندھون کو آنکھ ملنا اور جاہلونکو علم حاصل ہونا

بہت دنون سے ہمارے دل مین یہہ خیال رہا کرتا تھا کہ جو لوگ مادرزاد اندھے پیدا ہوتے
ہین اُنکے دل مین اِس دنیا کا خیال کیا گذرتا ہوگا اور اُنکو سُرخ و سفید اور سیاہ اور زرد رنگ کا
دھیان کیا بندھتا ہوگا وہ لوگ تو یہہ بھی نہین جانتے کہ اندھے اور آنکھ والے مین فرق
کیا ہے پس کسی کے سمجھانے سے اُس اندھے کے دل مین کسی چیز کا تصور کس طرح پیدا ہو سکے
بلکہ اگر ایسے آدمی کی آنکھ کسی طور سے درست بھی ہو جاوے تب بھی یکبارگی وہ اُسکو آنکھ
سے دیکھکر پہچان نہین سکیگا کیونکہ اُسکو تو ہر ایک چیز چھو کر اور ہر ایک آدمی کی آواز سُنکر پہچاننے
کی عادت پڑی ہوئی ہے چنانچہ لاک صاحب اپنی کتاب مین لکھتے ہین کہ اگر کسی اندھے
مادرزاد کی آنکھین کھل جاوین اور اُسکے سامنے ایک ہی دھات کی دو چیزین ایک گول
دوسری چوکھونٹی رکھدی جاوین تو جبتک کہ وہ اُنکو اپنے ہاتھ سے نہ چھوئیگا تب تک ہرگز
اُنکا فرق نہین بتلا سکیگا لیکن اب جو ایک انگریزی کتاب مین ڈاکٹر بریٹ صاحب کا لکھا ہوا
ایک اندھے کا حال دیکھنے مین آیا تو اُس سے بخوبی دل کو یقین ہو گیا کہ اندھے مادرزاد
کو جسنے دنیا کا کچھہ اسباب کبھی نہ دیکھا ہو آنکھ کھُلنے پر بھی اِس جہان کا رنگ برنگ کا تماشا
سمجھہ مین نہ آویگا صاحب موصوف حال اُس اندھے کا اِس طرح سے بیان کرتے ہین کہ ساگر
شہر مین ایک پنڈت جسکی عمر اٹھارہ برس کی ہوگی اپنی مان کے پیٹ سے اندھا پیدا ہوا

جب اُس سے کہا گیا کہ تم اپنی آنکھہ بنوا لو تو اُسنے انکار کیا کیونکہ وہ یہ بات کو نہ جانتا تھا کہ
آنکھون کے درست ہونیسے کچھہ فایدہ بھی حاصل ہوگا اور نہین سمجھتا تھا کہ کچھہ آرام بھی ملیگا بلکہ
اُسکے دل مین تو یہ بات کا بڑا شبہہ پڑ گیا کہ شاید ڈاکٹر صاحب کی دوا سے آنکھہ مین کچھہ درد پیدا
ہوجاوے غرض لوگون کے بہت سمجھانے سُننے سے اُسنے آخر کو منظور کیا اور ڈاکٹر صاحب نے
کچھہ قطرے بلّی ڈونا کے جو ایک انگریزی دوا کا نام ہے اُسکی آنکھہ مین ٹپکا دیے اگرچہ اُسوقت کچھہ
کچھہ درد نہین معلوم ہوا لیکن پیچھے سے اُسکی آنکھہ بہت سوج آئی چنانچہ اِسی واسطے اُسکی آنکھہ پر
پٹی لینی پڑی اور کئی روز تک اُسکی آنکھہ مین پٹی بندھی رہی سات آٹھہ دن کے بعد جب اُسکی آنکھہ اچھی
ہوگئی اور پٹی کھلی تو بہت سی چیزین ہر ایک رنگ کی اُسکے سامنے رکھدین اگرچہ وہ اُنکو آنکھون سے
دیکھتا تھا لیکن تو بھی جب تک ہاتھہ سے نہ چھوتا پہچان نہین سکتا جب وہ دروازے کے باہر جانا
چاہتا تھا تو اُسکو ہاتھہ سے ٹٹول لیتا تب جانتا کہ دروازہ یہی ہے پر دھیرے دھیرے ہر ایک چیز کا نام سیکھتا اور
دن بدن معلوم کرتا جاتا تھا کہ اِس رنگ کا نام کالا ہے اور اُسکو اُجالا کہتے ہین اِسیسے بہت لیتے
اور اُسیسے وہ پکارتے ہین ایک روز ایک عورت سُرخ شال اوڑھے کھڑی تھی اِسنے آنکھہ سے
اُسے دیکھکر رنگ تو پہچان لیا کہ لال ہے مگر شال جب تک ہاتھہ سے نہ چھوئی تب تک نہین پہچانا
کہ شال ہے پانچ سات روز کے بعد جب وہ پھر ڈاکٹر صاحب کے پاس آیا تو اِس عرصے مین بہت سی
چیزون سے واقف ہوگیا اور تیتر پنجرا پیالا پانی جھیل درخت مکھی لوٹا یعنی جو چیز کہ ڈاکٹر صاحب نے
اُسکو دکھلائی سبکے نام اُسنے بتلا دیے لیکن جسپر بھی ابھی بہت سی چیزین باقی رہ گئی تھین کہ اُنکا
نام نہین جانتا تھا خصوصاً اُن چیزونکی لمبان چوڑان چکناہٹ اور کھپائی تو بغیر ہاتھہ سے
چھوئے نہین بتا سکتا ٭

مراد ہماری اِس لکھنے سے یہہ ہی کہ جس طور سے اندھا مادرزاد اپنی آنکھین درست ہونیکا فائدہ نہین جانتا اور جبتک اپنی آنکھون کو درست نہ کیجیے تبتک اُسکے لطافت سے واقف نہین ہوتا اِسی طرح سے جاہل لوگ بھی ہرگز یہہ نہین جان سکتے کہ علم حاصل کرنے سے کیا پھل پاتا ہی بلکہ اِس بات سے کبھی نہین واقف ہوتے کہ علم کیا چیز اور کیا ہوتا ہی اُن لوگون کو حصول علم کا فائدہ سمجھنا ویسا ہی ہی جیسے کسی اندھے مادرزاد کو ہیرے اور لال کا فرق سمجھنا غرض جسنے کبھی کچھہ پڑھا نہین اُسکو پڑھنے کا فائدہ دریافت کرنا بہت مشکل ہی جسطرح مادرزاد اندھا آنکھین ہونیکا فائدہ نہ جانکر دوا لگانے کے درد سے ڈرتا ہی اُسی طور سے یہہ جاہل لوگ بھی حصول علم کے فائدے سے ناواقف ہوکر اُسکی محنت اور خرچ سے دہشت کھاتے ہین ہماری صلاح اُن لوگون کے واسطے یہی ہی کہ جسطرح بنے تحصیل علم مین کوشش کرین اور جہانتک ممکن ہوسکے اپنا دل اُس مین لگاوین اگرچہ ابھی تو ہماری صلاح اُن لوگونکو بہت بُری اور کڑوی بلکہ زہر معلوم ہووےگی لیکن وہ لوگ اگر ہماری خاطر سے کچھہ علم حاصل کرین تو پھر اسطرح ہمارے شکرگذار ہونگے جسطور سے وہ اندھا اُس ڈاکٹر کا شکرگذار ہوگیا *

وقت کا نقصان اور اُسکی یاد

آدمی کو چاہیے کہ اپنا ہر ایک دن اور ہر ایک گھڑی اچھے کامون مین صرف کیا کرے اُسکو ناحق برباد ہونے دے اور ہر روز پہلے دن کی بنسبت ترقی ہی پر کچھہ نہ کچھہ حاصل کرے کیونکہ آگاہ اُسکا وہ وقت جو گذر گیا ہی [illegible] پچھتاوا اور کبھی ہاتھ نہ آویگا [illegible] زندگی کی [illegible] وہ [illegible]

پہنچتا ہو نقصان ہوتے ہیں یعنی جس آدمی کے دو روز برابر ہیں اُس شخص کا نقصان ہوا کیونکہ
اُسکا وہ دن ناحق مفت میں گذرا اور اب اگر انسان فکر و غور کرے کہ اپنے دل میں دیکھے تو اُسکو
سمجھ بوجھ دریافت ہو جاوے گا کہ یہہ وقت کا نقصان کتنا بڑا نقصان ہی اگر سچ پوچھو تو وقت کا ایک
لحظہ بھی انمول کہا جا سکتا ہی کیونکہ جب آدمی کا آخر وقت آن پہونچتا ہی اور وہ مرنے لگتا ہی
تو تمام دنیا کی بادشاہت دینے سے بھی زندگی اُسکی ایک پل بھر نہیں بڑھ سکتی کیا افسوس کا
مقام ہی کہ انسان ایسی انمول چیز کو ایسی غفلت سے برباد کرے گویا اُسکو اپنی موت کی خبر بھی
نہیں ہی دیکھو جس روز اُسکی سالگرہ کا دن آتا ہی وہ راگ رنگ اور تماشا دیکھتا ہی اور بڑی بڑی خوشیاں
مناتا ہی اگر اُسکو یہہ معلوم ہوتا کہ اُس روز میری موت کا لشکر ایک منزل آگے اور بھی نزدیک آن پہنچا
تو کیونکر نہ ایک کونے میں بیٹھکر روتا اور اپنے گئے وقت پر افسوس کرتا غرض موت اگر انسان
کو یاد رہے تو کبھی اُس سے کوئی بُرا کام نہ ہو سکے جس وقت افلاطون مرنے لگا تو ارسطو
عرض کیا کہ آپ مجھکو کچھ نصیحت کر جائیے افلاطون نے جواب دیا کہ میں نے چار لاکھ باتیں
نصیحت کی جمع کی تھیں اُس میں سے چار بات تجھکو اِسوقت تجھسے کہتا ہوں اُن چار میں سے
بھی دو بات تو یاد رکھنی کی ہیں اور دو باتیں بھول جانے کی ہیں یعنی آدمی کو اپنی موت اور اپنا
پیدا کرنیوالا مالک یہہ دونوں ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے اور نیکی جو خود کسی دوسرے کے ساتھہ
اور بدی جو کوئی دوسرا اپنے ساتھ کرے یہہ دونوں ہمیشہ بھول جانا چاہیے مراد ہماری
اِس کلام سے یہہ ہی کہ انسان اپنا وقت ناحق برباد نہ کرے اور ہر [illegible] کچھ نہ کچھ ہی بات سیکھا کرے

فواید [illegible]

سب لوگ خیال کرتے ہیں [illegible]

نے قوت نامیہ یعنی بڑھنے کی طاقت صرف نباتات اور حیوانات ہی کو دی ہی اگر پتھر اور پہاڑ
بڑھتا ہوتا تو یقین تھا کہ کسی زمانے مین دنیا پتھر اور پہاڑ سے بھر جاتی
لوگ کہتے ہین کہ بہ نسبت عورت کے مرد کے بدن مین ایک پسلی کم رہتی ہی اور کتابون
سے یہہ نقل سُننے مین آئی ہی کہ حضرت آدم نے اپنی ایک پسلی نکال کر اُس سے حوا یعنی اپنی
بی بی کو پیدا کیا اِسی واسطے مرد کے بدن مین ایک پسلی کم رہتی ہی معلوم نہین کہ کس صورت سے
اتنے روز تک ایسی جھوٹی بات لوگون کے دل مین سما رہی انگریزی ڈاکٹرون نے اِس بات کو
بخوبی تحقیق اور ثابت کیا ہی کہ عورت اور مرد دونون کے بدن مین برابر دونون طرف بارہ بارہ
پسلیان ہوتی ہین جنمین سات سات تو چھاتی کی ہڈی اور پیٹھ کی ہڈی دونون سے ملی رہتی ہین اور
پانچ پانچ صرف پیٹھ ہی کی ہڈی سے لگی رہتی ہین ؛

لوگ خیال کرتے ہین کہ یہہ دل آدمی کے بدن مین بائین طرف رہتا ہی لیکن یہہ بات محض
غلط ہی یہہ تو انسان کی چھاتی کے بیچون بیچ رہتا ہی بلکہ اگر چھاتی کی ہڈی کے بیچون بیچ
ایک لکیر کھینچ کر دل کو دو حصہ کرین تو بہ نسبت بائین طرف کے داہنی طرف کا حصہ کچھہ بڑا نکلیگا
مگر باعث بائین طرف مشہور ہونیکا یہہ ہی کہ آدمی بہ نسبت داہنی طرف کے دل کا دھڑکا بائین
طرف بہت جلد معلوم کر لیتا ہی کیونکہ دل کا بایان خانہ جس سے تمام بدن مین خون پھیلتا ہی
بائین طرف رہتا ہی ؛

لوگ کہتے ہین کہ آگ جلتی ہی لیکن حقیقت مین جلتی تو لکڑی ہی آگ کا کیا جلیگا اور یہہ بھی لوگ
کہتے ہین کہ اُوس گرتی ہی مگر جاننا چاہیے کہ اُوس اوپر سے نہین گرتی بلکہ نیچے سے اُٹھتی ہی کیونکہ
زمین کے بخارات جو کہ جاڑون مین رات کے وقت سردی سے آسمان کی طرف زیادہ چڑھ نہین

سکتے وہ زمین سے کے نزدیک ہی دو چار ہاتھہ کی بلندی پر جم کر پانی کی بوند ہو جاتے ہین اُسکو لوگ اوس اور شبنم کہتے ہین چنانچہ اگر چار پانچ ہاتھہ اونچی کسی درخت کی ٹہنی مین کوئی رکابی یا کسی اور چیز کو باندھکر شام کے وقت لٹکا دیا جاوے تو صبح کو اُسکے نیچے اوس کے قطرے لٹکے ہوئے دکھائی دیوینگے اور اوپر بالکل خشک ہیگی ٭

بخل اور کفایت

اِن دو چیزون کا فرق معلوم کرنا بہت مشکل بات ہی ظاہر مین تو یہہ دونون چیزین ایک ہی سی نظر آتی ہین لیکن حقیقت مین ان دونون چیزونکے درمیان سخاوت اور اِصراف کی طرح زمین آسمان کا فرق آن پڑا ہی کیونکہ بخل سے بدتر دنیا مین کوئی عیب نہین ہی اگرچہ تمام ہنر سے آدمی بھرا ہو لیکن جو وہ بخیل ہوگا تو اُسکے سب ہنر خاک مین ملجاوینگے اور کفایت سے بہتر اِس جہان مین کوئی دوسری چیز نہین کیسی ہی آمدنی کسی شخص کی کم کیون نہو اگر وہ کفایت کے ساتھہ اپنی زندگی بسر کرے تو یقین ہی کہ اُسکے دل کو ہر دم آرام اور خاطر جمعی حاصل رہیگی پس جاننا چاہیے کہ بخیل تو اُس آدمی کو کہتے ہین کہ جب اپنے مال کو کبھی کسی کام مین خرچ کرنا نچاہے اور ہمیشہ سانپ کیطرح اپنے خزانے پر بیٹھا رہے اور کفایت شعار وہ شخص ہی کہ جو اپنا مال اُس کام مین لگاوے جسکا کرنا بہت ضرور ہی پس سمجھنے کی بات ہی کہ بخیل ہونیکے لیے تو انسان کو کسی طرح کی عقل اور ہوشیاری درکار نہین بلکہ جو لوگ نادان اور بیوقوف ہین وہی اکثر کنجوس اور مکھی چوس ہوا کرتے ہین لیکن کفایت شعار وہ شخص ہوگا کہ جو نہایت عقلمند اور بڑا تیز فہم ہی کیونکہ اس بات کی تمیز کا ہونا کہ کون سے کام مین کس قدر مال خرچ کرنا چاہیے بہت مشکل ہی دیکھو کفایت شعاری سرکار کمپنی انگریز بہادر کی کہ جو گورنر جنرل اِس ملک مین آتا ہی وہ یہی ارادہ کرتا ہی کہ کسی تدبیر سے یہان کے خرچ مین تخفیف کرے اور آمدنی بڑھاوے

یعنی جو کام ایک روپیہ مین نکلتا ہو اُسکو بارہ آنے مین نکالے اب غور کرنا چاہیے کہ اِس تحقیق
سے سرکار کی یہہ مراد نہین کہ اس چار آنے کو اپنی گرہ مین باندھے بلکہ اصل غرض اِس خرچ
کے گھٹانے سے یہہ ہی کہ یہہ چار آنہ کسی دوسرے اچھے کام مین لگایا جاوے اور دیکھو بخیل
راجا اور رئیسون کا کہ باوجود لاکھون روپیہ جمع اور ہزارون آدمی سے اگر کوئی اُنسے کچھہ دو چار روپیے
اسپتال غریب خانہ اِسکول وغیرہ ایسے اچھے کام مین خرچ کرنیکے واسطے کہے تو بس اُنکی جان ہی
نکلجاتی ہی بلکہ سانس بھی نہین آتی ؛

اچھی صلاح

انسان کو چاہیے کہ جب تک کسی بات کی بُرائی بھلائی بخوبی دریافت نہو جاوے تب تک
یکایک کسی کی دیکھا دیکھی اُسکو اختیار نہ کرے نہین تو آخر کو بہت حیران اور پریشان ہو جاویگا چنانچہ
نقل ہی کہ ایک ٹٹو نمک سے لدا ہوا کسی ندی کے پار اُترتا تھا جبکہ بیچ دھارا مین پہونچا تو اُسنے ایک
غوطہ پانی مین ایسا لگایا کہ وہ نمک بھیگ کر گل گیا اور اُسکی پیٹھہ ہلکی ہو گئی یہہ ماجرا اتفاقاً ایک گدھے نے
جسکی پیٹھہ پر روئی لدی ہوئی تھی دور سے دیکھا اور دیکھتے ہی وہ بھی ندی کے کنارے پہونچکر
جھٹ پٹ ندی مین کود پڑا اور غوطہ لگا کر چلنے لگا لیکن اُسکی پیٹھہ کا بوجھہ تو ہلکا ہونیکے عوض اسقدر
بھاری ہو گیا کہ وہ بوجھہ کے مارے اُسی جگہہ دب کر رہ گیا سقراط حکیم کا قول ہی کہ جس طرح لڑائی
کے وقت لوہا سونے سے زیادہ کام آتا ہی اسی طرح عقل ہر وقت اور ہر حالت مین سونے
سے زیادہ انسان کے کام مین آتی ہی ؛

ہوا کی صفائی

آدمی کی زندگی ہوا کی صفائی پر موقوف ہی اگر اسکو صاف اور تازی ہوا دم لینے کے واسطے

ملیگی تو طبیعت کو فرحت اور دل کو طاقت حاصل ہوگی اور تندرستی بنی رہیگی لیکن جو یہہ غلیظ ہوا سے
سانس لیویگا تو اسی وقت گھبراکر مرجاویگا جاننا چاہیے کہ جو ہوا آدمی کے منہہ اور ناک کے
اندر جاتی ہے وہ جب سانس کے ساتھ باہر آتی ہے تو پھر زہری کثیف ہوجاتی ہے چنانچہ جب کبھی
چھوٹے سے مکان میں بہت سے آدمی جمع ہوجاتے ہیں اور تازی ہوا آنے کی کوئی راہ
نہیں رہتی تو ہر ایک شخص وہاں گھبرانے لگتا ہے بلکہ اکثر مر بھی جایا کرتے ہیں بھلا چنگا آدمی ایک
منٹ میں ستو انچھ مکعب کی ہوا دم لینے کے واسطے کھینچ لیتا ہے تازی ہوا میں سنو کے اندر
۲۱ حصہ اکسیجن کا رہتا ہے اور ڈیڑھ حصہ کاربونک ایسڈ کا رہتا ہے لیکن جب آدمی اس ہوا سے
دم لیکر ناک یا منہہ کی راہ باہر نکالتا ہے تو پھر سنو میں صرف گیارہ حصے اکسیجن کے رہ جاتے ہیں
اور کاربونک ایسڈ آٹھ حصے سے زیادہ ہوجاتا ہے اور اس کاربونک ایسڈ کا سنو میں ساڑھے تین
حصے ہونے سے بھی وہ ہوا اس قابل نہیں رہتی کہ اسمین آدمی جی سکے اسلیے جسقدر مکان
بلند اور لمبا چوڑا زیادہ ہوگا اور باہر سے تازی ہوا آنے دینے کے لیے جتنی کھڑکیاں اور چھید
ہونگے اسی قدر اس مکان کے رہنے والوں کو صحت اور تندرستی حاصل ہوگی وہ ... بھی
ضرور یہ خیال رکھنا چاہیے کہ چھوٹے اور بند مکان میں بہت آدمی لیکر بیٹھنا کبھی نہیں مناسب ہے

جلد کسی بات پر اعتقاد لانا

دیکھو حق تعالی نے کس طرح کا دل بیٹے آدمی کا بنایا ہے کہ اگرچہ کیسے ہی تعجب کی بات سننے
میں آوے مگر وہ اسپر فی الفور اعتقاد لاتا ہے بلکہ جو بات جسقدر زیادہ قیاس سے بعید اور عقل
خارج ہوتی ہے تو اتنا ہی اسکو وہ جلد یقین رکھتا ہے اور یہی سبب ہے اسکا کہ اکثر عقلمند لوگ جسقدر بیان
کسی چیز کا خلقت کی زبان سے سنتے ہیں وہ دیکھنا آزمایش اور تحقیقات کے وقت

اُسقدر نہین پاتے کیونکہ جب کسی انجان آدمی کی عقل اصل حال کو دریافت نہین کر سکتی تو جو
کچھہ اُسکی طبیعت چاہتی ہی وہ اپنے دل مین باتین بنا کر غپ اُڑانے لگتا ہی اور خلقت اُسکو
سچ جان لیتی ہی چنانچہ ایک صاحب اپنے سفر کا حال لکھتے ہین کہ جب مین شیراز کو جاتا تھا تو
قزرون مین یہہ بات سُنی گئی کہ یہان سے پانچ سات کوس پر ایک گانوین کسی شخص کو دو جانور
ایسے ہاتھہ لگ گئے ہین کہ بازو اور پانون اُنکے پرندون کے طور سے دو دو ہین لیکن
سر مین چہرا آنکھون پر گوشت اور چہرے پر بڑی بڑی ڈاڑھیان رکھتے ہین اور زبان عربی
بولتے ہین مگر بولی اُنکی سمجھی نہین جاتی اگرچہ مین تھکا ماندا تھا اور راہ بھی خراب اور برف سے
ڈھک رہی تھی لیکن مجھکو اُن جانورون کے دیکھنے کا شوق ایسا دامنگیر ہوا کہ تھوڑا وہان کے
آدمیون کو ساتھہ لیکر اُس گانو مین جا پہنچا جب وہ مکان جسمین عجیب خوان جانور بند تھے
کھولا گیا تو کیا دیکھتا ہون کہ ایک جوڑا فیل مرغ کا جسکو یہان کے جاہل پری کہتے ہین موجود
ہی لاحول ولاقوۃ دل مین تو مین اُسکے دیکھنے کے واسطے اتنی تکلیف اُٹھانے سے بہت
شرمندہ ہوا بلکہ جھنجھلایا لیکن اُسوقت سوائے ہنس دینے کے اور کچھہ بن نہ آیا ❊

اِسی طور سے ہمنے ایک کتاب مین نقل دیکھی کہ ایک آدمی نے لوگون سے یہہ بیان کرنا
شروع کیا کہ میرے گھوڑے کے سر کی جگہہ دُم ہو گئی ہی اور دُم کی جگہہ سر لگ گیا ہی جسکو
دیکھنا منظور ہو وہ ایک دمڑی لاوے تب دیکھنے پاویگا لوگ یہہ اچنبھے کی بات سُنکر چارون طرف سے دوڑے
اور ایک ایک دمڑی دیکر دیکھنے لگے تو کیا دیکھتے ہین کہ اُس گھوڑے والے نے اپنے گھوڑے کی پچھاڑی
اگاڑی کی رسّی باندھہ دی ہی اور اُسکے اگاڑی سے کر دونون پانون مین پچھاڑی کی رسّی لگا دی ہی غرض
سیکڑون آدمی یہہ تماشا دیکھنے کو آئے اور سیکڑون روپیے اُس گھوڑے والے کو دیکر بیوقوف بنکر چُپکے چلے گئے ❊

کچھہ روز ہوئے کہ ایک آدمی ولایت مین ایک مچھلی کے دھڑ مین کسی روغن سے ایک بندر کا سر جوڑ کر بازار مین دکھلاتا پھرا کہ یہہ جل مانس ہی اور اسی فقرہ سے سیکڑون روپیے وصول کر لیے

سنہ ۱۸۴۹ع مین جن دنون لاہور کی لڑائی درپیش تھی کول شہر مین محرم کی دسوین تاریخ کو کربلا کے ازدحام مین دن کے وقت یارون نے غل مچا دیا کہ سکھون کی فوج آئی یہہ سنتے ہی کربلا کے سب دکاندار اپنی دکانین چھوڑ چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے اور سب چھوٹے بڑے گھبراہٹ اور بدحواسی کے عالم مین چارون طرف دوڑنے لگے یہانتک لوگون کے ہوش اڑ گئے کہ گھبراہٹ مین دوڑنیکے وقت دکانین کچل گئین اور تھرے پانون تلے روندے گئے تب بدمعاشون نے فرصت کا وقت پا کر بازار لوٹنا شروع کیا کسی نے میوے اور لڈو پیڑے چکھے کسی نے کسی کے اسباب پر ہاتھہ دوڑایا اور جو کچھہ جسنے پایا لوٹ لیا۔

ایک انگریزی کتاب مین لکھا ہی کہ ایک شخص نے اپنے ایک دشمن کے سونیکے مکان مین فسفراس کے قلم سے جو موم کی شکل پر ایک قسم کی دوا ہی اور ہر ایک انگریزی ڈاکٹر کے پاس رہتا ہی دیوار پر بڑے بڑے حرفون سے یہہ لکھہ دیا کہ تو آج بیشک مر جاویگا جب چراغ روشن رہا اُس فسفراس کے حرف جیسا کہ اُسکی خاصیت ہی کچھہ بھی نہ دکھلائی دیے لیکن جب چراغ گل ہوا اور اُس مکان مین اندھیرا ہوگیا تو اُسی دم وہ حرف آگ کے شعلے کی مانند چمکنے لگے اُس گھر والے پر یہہ حال دیکھتے ہی ایسی دہشت غالب ہوئی کہ پھر سانس بھی نہ لی اور اُسی جگہہ سرد ہو کر مر گیا۔

اسی طرح فرنگستان مین ہنگری کے نزدیک کسی سردار نے جو ایک بڑے پرانے قلعہ مین رہتا تھا ایک روز اپنے دوستون کی دعوت کی رات کو سونیکے وقت بیان کیا کہ اس قلعہ مین ایک گھر کے اندر کچھہ بھوت کا آنا ہی اُن مہمانون مین ایک صاحب بڑا دلیر اور کڑا تھا اُٹھ

رات کو اُسی گھر مین سونا قبول کیا لیکن جب آدھی رات کا وقت آیا تو کیا دیکھتا ہی کہ تین عورتین
سبز پوشاک پہنے ہوئے سامنے کھڑی گا رہی ہین اُس صاحب نے یہہ دیکھکر کہا کہ ای بی بیو
مین خوب جانتا ہون کہ تم مجھکو ڈرانے کے واسطے یہان آئی ہو پس بہتر ہی کہ جلد چلی جاؤ نہین
تو مین پستول مارونگا مگر وہ عورتین گانے سے باز نہ آئین اور اُسیطرح گایا کین تب اُسنے
پھر اُن سے وہی بات کہی اور دھمکایا کہ اب اگر پانچ منٹ کے اندر تم نہین چلی جاؤگی تو مین
بیشک تیر پستول چلاؤنگا لیکن جب اس بات پر بھی اُن عورتون نے گانا بند نکیا تب اُس صاحب نے
بھی غصے مین آن کر اُن تینون پر طمنچہ چلا ہی دیا لیکن تماشے کی بات یہہ ہی کہ اُن مین سے
کسی عورت کو گولیون کا اثر نہوا تب پھر صاحب نے غصہ کر کے چاہا کہ اُٹھکر اپنے ہاتھہ سے
پکڑ لیوے کہ اتنے مین تو آزادہ تینون عورتین نظر سے غائب ہو گئین تب تو وہ صاحب اس بات
سے بہت ڈرا اور ایک مہینے تک بیمار پڑا رہا لیکن آخر کو جب اُسے معلوم ہوا کہ اُس مکان مین
ایک کھو کھلا شیشہ لگا تھا اُسکے پیچھے ایک کوٹھڑی مین تین عورتین گاتی تھین اور اُنھین کی
پرچھائین اُس آئینے کی تاثیر سے اِس طور پر سونے کے مکان مین آن کر پڑی تھی کہ وہ گویا سچ مچ کی
عورتین معلوم دیتی تھین ✦

اب غور کرنا چاہیے کہ انگریزی حکیمون نے کس طرح کے تعجب کی ہزارون دوا اور کیسے
کیسے تماشے کے لاکھون ایجاد کیے ہین کہ اگر اُن مین سے ایک بھی اِن ہندوستانیون کو کوئی
دکھلاوے تو یہہ لوگ بیشک یہی کہنے لگینگے کہ یہہ صاحب جادوگر ہی افسوس کہ اتنک بہتیرے
بھولے آدمی ایسے ایسے ذرا سے چٹکلے جاننے والون کے ہاتھہ سے ہر روز ٹھگے جاتے
ہین اور روپے دیکر بیوقوف کہلاتے ہین اگر کسی نے وہ فارسی کتاب جسکا نام عجائب المخلوقات

ہی دیکھی ہو تو اُسکو معلوم ہوگا کہ اُس کتاب میں کس کس طرح کے جانوروں کی تصویریں کھینچی
ہیں اور کیسی کیسی شکلیں بنی ہیں کسی ورق میں تو بالکل دھڑ آدمی کا اور منہہ گھوڑے کا کھنچا ہی
اور کہیں چار چار پا بھر کی چڑیاں بنی ہیں کسی جگہہ دس دس منہہ کے اژدہے ہیں اور کہیں
درختوں میں پھولوں کے عوض آدمی کے سر لٹکتے ہیں اور کہیں آدمی کے بازو پر جانور
کے پر ہیں غرض اسیطرح کی ہزاروں شکلیں لکھی ہیں کہ جو سوائے اُس کتاب کے ورقوں
کے اور کہیں اس صفحہ روزگار پر کسی نے آنکھوں سے نہ دیکھی اور نہ کانوں سے سُنی اور
تماشا یہہ کہ اگر کسی فارسی خوان سے ایسے جانوروں کے دنیا میں ہونیکا شبہہ بیان کیا جاوے
تو وہ بہت خفا ہوگا اور کہیگا کہ واہ صاحب کیا انگریزوں نے تمام دنیا دیکھ لی خدا کی قدرت
کا کسی نے انتہا پایا اگر یہہ جانور دنیا میں نہ تھے تو کیا مصنف نے اپنے دماغ سے پیدا
کر لیے لیکن جو ہم بات اُسکے کہنے والے ذرہ بھی اپنے دل میں تامل کریں تو بخوبی دریافت
ہو جاویگا کہ یہہ عجائب المخلوقات کس طرح بنی ہی کیونکہ ہمکو یقین ہی کہ شیراز میں کسی مولوی نے
ضرور اپنی کتاب میں یہہ بات لکھدی ہوگی کہ شہر روم میں فلانے سال کے درمیان ایک
جانوروں کا ایک جوڑا آیا تھا کہ جنکے سر میں بالکل مسلمانوں کی طرح بال نابرد تھے اور داڑھی
بہت لمبی تھی اور عربی بولتے تھے اور پانو اور پر اونکے چڑیوں کے سے تھے اور مصوّر نے
بھی ٹھیک ٹھیک اُسکی تصویر موافق اس بیان کے چڑیوں کا سا دھڑ مولوی کا سا سر بنا کر کھینچ دی ہوگی
اسلیے اُن سطروں کے پڑھنے والوں کو چاہیے کہ جب کبھی کوئی عجیب یا بعید القیاس بات دیکھیں
یا سُنیں تو جب تک اُسکی اصل کو دریافت نہ کر لیویں تب تک اُسپر اعتقاد نہ لاویں اور اُس بات
کو یقین نہ کریں ۞

نصیحت

جو کام کہ انسان آج کر سکے اُسکو کل پر چھوڑنا نہین چاہیے اور جو بات کہ وہ خود کر سکتا ہے اُسکے واسطے اوروں کو تکلیف دینا مناسب نہین کم کھانے سے کبھی کسیکو پچھتانا نہین پڑتا ہی جب آدمی غصے مین کسی سے کچھ کہنا چاہے تو منہہ سے بات نکالنے کے پہلے دس تک کی گنتی گن لیوے اور اگر بہت غصے مین ہو وے تو سو تک کا شمار کر لیوے جہان مکھی رہتی ہی وہان شہد ہوتا ہی اور جہان محنت ہی وہان دولت آتی ہی ✣

آدمی کا نام رہنے کی اچھی ترکیب

جاننا چاہیے کہ اس جہان مین یقین ہی کہ ایسا آدمی کوئی نہو گا جو اپنی نیکنامی کا باقی رہنا دل سے نہ چاہے اگرچہ اُن مین ایسے آدمی تھوڑے ہین کہ جو اُس راہ پر چلتے ہون جس سے انسان کی ہمیشہ کو یادگار رہی اور نیکنامی رہتی ہی کسی آدمی کا جس اور نیکنامی باقی رہجانا اس سے زیادہ دنیا مین کوئی دوسری بات اچھی نہین ہی شاستر مین لکھا ہی کہ جب تک آدمی کی نیکنامی اس زمین پر رہتی ہی تب تک وہ آدمی سورگ مین رہتا ہی نقل ہی کہ جب راجہ بیات کو سورگ سے نکالنے لگے تو اُسنے پوچھا کہ مجھے کیون نکالتے ہو اندر نے جواب دیا کہ اب تیری نیکنامی زمین پر باقی نہین رہی اسی واسطے تجھکو یہان سے نکالتے ہین یہہ سُنکر راجہ نے کہا کہ پہلے فلانے تالاب کے کچھوون سے جا کر میرا حال پوچھو تب پھر جو چاہنا سو کرنا غرض جسوقت اُن کچھوون کے آگے راجہ بیات کا نام لیا گیا تو وہ سب سُنتے ہی اُسکی تعریفین کرنے لگے اسی باعث سے راجہ کو پھر سورگ مین رہنے کی جگہہ ملی اور اجازت قیام کی پھر دی گئی حقیقت مین نیکی وہ چیز ہی کہ جانور کے ساتھ کرنے سے بھی آدمی کو اُسکا

پھل ملتا ہی حاتم طائی کے قصے مین کسی شخص نے خوب لکھا ہی یعنی کہا ہی کہ نیکی کر اور دریا مین ڈال ✤

اب غور کرنا چاہیے کہ جو لوگ اپنی نیکنامی چھوڑ جانا چاہتے ہین وہ اس بات کے واسطے کیا کیا کام کرتے ہین کوئی تو باغ باغیچے مندر شوالے تالاب مسجد مدرسے اور پل بناتا ہی اور کوئی اپنا روپیہ غریبون کے کھلانے پلانے اور یتیمون کے پالنے مین خرچ کرتا ہی اور کوئی اپنا نام بڑھانے کے واسطے ہاتھی گھوڑے اور فوج رکھکر اپنی شان و شوکت دکھلاتا ہی اور ملکون کو فتح کرکے اپنی بادشاہت قائم کر جاتا ہی اگرچہ ان سب کامون مین بعضے کام بہت اچھے اور آدمی کو نیکنامی دیتے ہین لیکن یہ دیکھنا چاہیے کہ ان کامون کے کرنے سے کب تک انسان کی نیکنامی دنیا مین باقی رہتی ہی مکان اور حویلی بنانے والون کو لوگ جبھی تک یاد رکھینگے کہ جب تک وہ مکان قائم رہیگا تالاب کھدوانے کا پھل اسی وقت تک باقی رہیگا کہ جب تک وہ تالاب باقی رہے دیکھو اس دو ہزار برس کے عرصے مین کیسے کیسے اچھے بڑے بڑے راجا ہو گئے لیکن سواے بکرماجیت اور بھوج کے ایسا کسکا نام ہی کہ جسے بوڑھے سے لیکر لڑکا بھی جانتا ہو اور جسکی نیکنامی فاضل اور جاہل دونون پر روشن ہی بس اس سے معلوم ہوتا ہی کہ جیسا انسان کی نیکنامی علم کی دولت چھوڑ جانے سے اور اسکی عزت و حرمت بنانے سے ہمیشہ کے لیے باقی رہ جاتی ہی ایسا کسی کام کو قیام نہین ہیتا دیکھو کہ ایک بلما تھا کہ جسنے اولاد نہونیکے باعث اپنا نام نیک چھوڑ جانیکے لیے اپنی ساری دولت پنڈتونکو بانٹ دی چنانچہ پنڈتون نے بھی اسکے نام کے قیام کے واسطے سنسکرت زبان مین ماگھ نام ایک کتاب ایسی بنادی کہ جس سے آج تک اس بلمے کا نام ہندوستان مین چلا جاتا ہی

بلکہ اِسی طور سے ہمیشہ اُسکا نام روشن رہیگا یعنی جس حالت مین کہ ایک نظم کی تصنیف سے
اسقدر آدمی کا نام اِس جہان مین رہا تو دیکھا چاہیے کہ جو لوگ علم کی ترقی اور عالمونکی پرورش
پر دل لگاتے ہین اور سدا اُنکی صحبت مین اوقات گذارتے ہین اور نئی نئی کتابین تصنیف
کرواتے اُنکی نیکنامی کیونکر نہ اِس جہان مین ہمیشہ چاند سورج کی طرح دن رات روشن رہیگی

نکتہ

لکھنؤ کے کسی بادشاہ نے ایکدن صاحب رزیڈنٹ سے پوچھا کہ میرا ملک تو ایک کروڑ
روپیے کا بھی نہین ہے اور سرکار کمپنی کے پاس تیس کروڑ کی تحصیل آتی ہے یہ کیا سبب ہے کہ گورنر جنرل
صاحب ہمارے لکھنؤ کے سے محل اور عمارات اپنے رہنے کے لیے کلکتے مین نہین طیار
کرواتے دیکھیے اِس لکھنؤ مین ہمنے کیسے کیسے قصر اور باغ اور امام باڑے بنا رکھے ہین اور
کس کس طرح کی نادر چیزون سے اپنے مکانون کو آراستہ کیا ہے جو جو شان و شوکت کے
کارخانے کہ ہمارے شہر مین فی الواقع جیسے ہین جو انگریزون کے ملک مین تو کہین نظر نہین آتے
صاحب رزیڈنٹ نے ہنسکر جواب دیا کہ جہان پناہ سلامت آپکی دولت بند تالاب کے پانی کی مانند ہے
کہ جسکے آثار صرف اسی شہر کے اندر دکھائی دیتے ہین اگر جہان پناہ لکھنؤ سے دو تین منزل کے
فاصلے پر تشریف لیجاکر ذرہ اپنے علاقون کو ملاحظہ فرماوین تو یقین ہے کہ آپکے کارداروں کے ظلم کی
برکت سے جس طرف نظر جاویگی سواے جنگل اور دس پانچ جلے ہوے جھونپڑون کے اور کچھ نظر
نہین پڑیگا اور سرکاری دولت مثل فیض نہر کے ہے کہ دیکھنے مین تو چھوٹی معلوم ہوتی ہے مگر جس
طرف جاتی ہے تمام زمین کو سیراب کر دیتی ہے انگریزی عملداری مین دولت گانو گانو بٹتی رہتی
ہے صاحبان عالیشان اپنے آرام کے لیے دس جگہ اُجاڑ کر ایک مکان آباد کرنا ہر گز

منظور نہین کرتے ان لوگون کو ایک ایک گنوار کی سی بات اور بیٹھک کی درستی اور ایک
زمیندار کی احتیاج اور تکلیف دور کرنیکی اسقدر فکر اور کوشش ہوتی ہو تو پھر تم اسقدر حضرت کو
اپنی فرح بخش اور مبارک منزل کے آراستہ کرنیکی کبھی فکر نہین ہوگی بلکہ حضور اسقدر تو شہزادون
کی پرورش مین بھی نہین دل لگاتے ہونگے ٭

ہندوستان کی خوشامد پسندی

عجب آدمی ہین اس جہان کے خصوصاً ہندوستان کے کہ جسقدر کوئی انکی خوشامد
کرے اُسیقدر یہہ لوگ خوش ہو کر پھولے جاتے ہین یہانتک کہ اس جھوٹی تعریف کا
نام خوشامد رکھا گیا ہی یعنی جو بات کہ سبکو اچھی لگے خواہ وہ سچ ہو خواہ سر سے پاؤن تک
جھوٹ سے بنی ہو اُسکو خوشامد کہتے ہین ہماری سمجھ مین دنیا کے درمیان اُس سے زیادہ
کوئی کم عقل نہین کہ جو جھوٹی خوشامد پسند کرتا ہے کیونکہ اس صورت مین یا تو وہ بیوقوف ہی کہ
اس بات کے جاننے پر بھی کہ ہم مین نہین ہین اُنکی باتون پر مشک سا پھولتا چلا جاتا ہی یا ایسا کم
سمجھ ہی کہ اُن جھوٹی باتونکو سچ جانکر اپنے تئین تعریف ہی کے لائق سمجھتا ہی پس اس سے
زیادہ دنیا مین انسان کیواسطے کوئی بات مضر اور خرابی کی ہی عقلمند جھوٹی تعریف اور خوشامد
سے اسقدر شرمندہ اور رنجیدہ ہوتے ہین کہ بعضے وقت زار زار رونے لگتے ہین اور افسوس
کرتے ہین کہ جن صفتون کے واسطے یہہ خوشامدی ہماری جھوٹی تعریف کر رہا ہی ہم کیون
نہین اُن صفتون کے ساتھ حقیقت مین موصوف ہوئے ہمارے ہندوستانیون کی
خود پسندی کا حال اگر کسی کو یقین نہو تو دیکھ لیوے اُنکے طریقون کو کہ یہہ لوگ جو ذرا سی
بات کیواسطے کسی کو ایک خط یا رقعہ لکھینگے تو آدھا خط صرف القاب آداب سے بھر جاویگا

بلکہ اگر کاغذ چھوٹا ہو تو اصل مطلب لکھنے کے واسطے جگہ باقی نہین رہیگی اور اکثر تو ایسی
القاب و آداب کے سوچنے مین خط لکھنا باقی رہجاتا ہی دیکھو ایسی القاب آداب کی لمبان
چوڑان سے جب لفافون پر ڈاک مُہر چھاپنے کے واسطے جگہ نہین ملنے لگی تب لاچار
ہوکر سرکار نے اپنے گزٹ مین یہہ حکم چھاپا کہ سوائے مکتوب الیہ کے نام اور ضروری
ٹھکانے کے دوسری کوئی بات مثل آداب القاب وغیرہ ڈاک کے لفافون پر ہرگز لکھا
نہ جایا کرے تماشا یہہ ہی کہ جو شخص جسقدر زیادہ جھوٹ لکھسکتا ہی اُتنا ہی بڑا منشی کہلاتا ہی
اگر فرنگستان کے ملک کا کوئی آدمی جو یہان کے طریقون سے واقف نہو ہمارے ملک کے
رئیسونکی مُہر دیکھے تو یقین ہی کہ بے اختیار ہنس پڑیگا اور یہی اپنے دل مین کہیگا کہ کیسے یہہ
رئیس لوگ بے شرم ہین باوجود ایک ولایت کی بادشاہت پر بھی قبضہ نہ رکھنے کے اپنے
تئین راجاؤنکا راجہ اور مہاراجا دھراج اور دیوتاؤن کا اندر اور چھتر پتی اور سورگ کا مالک
اور ثریا جاہ اور فلک بارگاہ اور حاتم دوران اور رستم زمان اور دارا شکوہ اور اسکندر حشمت
اپنی مہرمین لکھتے ہین سچ ہی کہ اِسی واسطے انگریزی پڑھا ہوا آدمی ہندوستانیون کو برا
معلوم ہوتا ہی کہ اُسکو خوشامد نہین آتی ؛

عجیب مقدمہ

کسی آدمی کا گدھا بھاگ کر دریا کے کنارے پر آیا اور ایک مچھوے کی کشتی پر کود گیا
لیکن وہ کشتی مضبوط نہین بندھی تھی اِس لیے ٹوٹ کر گدھے سمیت بہ گئی تب یہہ حال
دیکھکر گدھے والے نے کشتی والے پر نالش کی کہ اسکی غفلت سے کشتی ہمارا گدھا بہا
لیگئی اور کشتی والے نے گدھے والے پر نالش کی کہ اسکی غفلت سے گدھا میری کشتی بہا

لیگیا حاکم نے اُنکی عرضی پر یہہ حکم دیا کہ اِسمین قصور دونون کا برابر ہی کیونکہ ایک کی غفلت سے دوسرے کا نقصان ہوا اور عدل و انصاف کے معنی برابری اور نصفا نصف کے ہین پس جس بات مین کہ پہلے ہی سے برابری ہو رہی ہی یعنی آدھا آدھا قصور دونون کے ذمے بٹ گیا اُسمین اب حاکم دوسرا انصاف کیا کرے مقدمہ ڈسمس ہو +

فائدہ انگریزی پڑھنے کا

سوا ے سب فائدون کے انگریزی پڑھنے سے ایک بڑا فائدہ یہہ حاصل ہوتا ہی کہ انسان ہر طور کے ہتھیار اور کلون کے بنانے پر قادر ہوکر وہ وہ چیزین ظہور مین لاتا ہی کہ جو بغیر اُنکی مدد کے صرف آدمی کے زور سے ہرگز نہین پڑ سکے جو کام کہ ہزارون آدمیون سے نہو سکے وہ کل کے بل سے ایک لڑکا دم بھر مین کر لیوے دیکھو اِس چھوٹی سی ولایت انگلستان کو کہ وہان کے بنے ہوئے بال چین کے ٹاپوون مین اوڑھے جاتے ہین اور وہان کے بنے ہوے کپڑے حبش کے جنگلون مین بھی پہنے جاتے ہین بنگالے کے آدمی چار حصّے کھیتی سے پیٹ بھرتے ہین اور ایک حصّہ دوسری طرح سے اپنی روزی معاش پیدا کرتے ہین فرانسیس کے دو حصّے باشندے زمین بو کر گذارا کرتے ہین اور ایک حصہ اپنا روزگار کرکے روپیہ پیدا کرتے ہین لیکن انگلستان کی ولایت مین جسقدر لوگ کہ زراعت کا پیشہ رکھتے ہین اُن سے دو چند آدمی اپنی اوقات بسر ہی بغیر کھیتی کے کرتے ہین پس غور کرنا چاہیے کہ اِن کلونکے وسیلے سے کس درجے پر روزگار اُس ملک مین چمکا ہی اور باوجود غلّے کی گرانی کے کسقدر محنت سستی ہوئی ہی کہ جو ہندوستان سے گئی ہوئی روئی سے کپڑا بنکر وہان سے پھر یہان آتے ہین باوجود اِسقدر مسافت طے کرنیکے یہان کے کپڑون سے

سستے بکتے ہین کیا تماشا ہی کہ جس زمیندار نے کپاس بوئی تھی وہی اپنی روئی کے کپڑے
انگریز سے خرید کرتا ہی اور وہی روپیہ جو اُسنے روئی بیچکر حاصل کیے تھے اپنی گرہ سے
بلکہ روپیہ دو روپیہ اُسمین ملیتھین لگا کر اُس کپڑے والے کو نذر کرتا ہی اب سوچنا چاہیے کہ اگر
ہمارے ہندوستانی مہاجن لوگ بھی اِسیطرح کچھہ روپیے لگا کر ایسے کپڑے بنانے کی کل
یہان طیار کرین تو کیا اُنکو انگلستان کے سردارون کی طرح لاکھون روپیے کا فائدہ حاصل
نہووے بلکہ ایسے کارخانون کے جاری ہونے سے اِس ملک کے غریبون کے واسطے
بھی روزگار کا وسیلہ نکل آویگا جاننا چاہیے کہ کلون کے بنانے سے تین چیزون کے فائدے حاصل
ہوتے ہین اوّل تو زور بڑھتا ہی دوسرے فرصت زیادہ ملتی ہی تیسرے نکمی اور بیقدر چیزین کام کی
اور قیمتی ہوجاتی ہین زور بڑھنے کی دلیل کے واسطے جو جو کلین کہ ہوا پانی اور دھوئین کے زور سے
چلتی ہین لوگ اُس سے بخوبی واقف ہین لیکن یہان اُسکے جاننے کے واسطے ایک چھوٹی سی مثال
ہم لکھتے ہین ایک پتھر جو کھان مین سے کسی ناہموار رستے پر ۷۵۸ آدمیون کے زور سے کھینچا
جاتا ہی پتھر اُس رستے کو برابر کے تختون کا فرش لگا دینے سے ۶۵۲ آدمی سے کھینچنے لگا
اور جب اُسی پتھر کو ایک کاٹھہ کے تختے پر رکھکر اُن تختون کے فرش پر کھینچنے لگے تو چھہ سو چھہ
آدمی سے کھینچنے لگا اور پھر جب اُن تختون کو صابون لگا کر چکنا کر دیا تو وہی پتھر ۱۸۲ آدمی سے
کھینچنے لگا لیکن دیکھو طاقت کل کی کہ جب اُس تختے کے نیچے تین انچہ کا موٹا ایک بیلن لگا دیا تو
اُسی رستے بھاری پتھر کو بائیس آدمی کھینچنے لگے پس دیکھو اس حکمت کی بدولت بائیس آدمیون نے گویا سات سو
اٹھاون آدمی کا زور حاصل کیا فرصت ملنے کی دلیل کے واسطے پہاڑون مین سرنگون کا اڑایا
جانا کافی ہی جو پتھر کہ آدمی کے ہاتھہ سے مہینون مین نہ ٹوٹ سکے وہ ذراسی باروت کے زور

سے دم بھر مین ٹکرے ٹکرے ہوکر اُڑ جاتا ہی پہلے پہل جب ہندوستان مین سرکاری عملداری ہوئی
تو یہان کے خطون کا جواب کیپ کی راہ سے برس روز مین ولایت سے آتا تھا اور جسوقت سے
کہ دھوئین کے جہاز طیار ہوتے ہین تب سے وہی جواب اڑھائی مہینے کے اندر ولایت سے
یہان پہنچ جاتا ہی اور ہندوستان مین بھی جو دھوئین کی گاڑی اور لوہے کی سڑک بنانیکی تجویز
ہورہی ہی اگر وہ بنکر طیار ہوجاویگی تو دلی سے کلکتے جو اسباب اور آدمی کہ اب دو مہینے سے
زیادہ کے عرصے مین پہنچتا ہی وہی اسباب اور آدمی دو روز مین دلی سے کلکتے پہنچا کریگا انگلستان
مین بڑے مکان اور کارخانون کی دیوارونکے درمیان ایک کمرے سے دوسرے کمرے تک
اسطرح پر ٹین کے نل لگا دیتے ہین کہ جو بات ایک آدمی اس کمرے مین بیٹھکر کہے وہ بات فوراً دوسرے
کمرے مین کہ جہان تک بغیر نل کے وسیلے کے ہرگز انسان کی آواز نہ پہنچ سکے بخوبی سن سکتے
بس اس طریق سے دیکھو کسقدر دقت اور دوسری اتنی دور آنے جانے کا بچ گیا ایک ترکیب الیکٹرک
ٹیلیگراف کے صاحبان عالیشان نے ایک جگہ سے دوسری جگہ خبر پہنچانیکے واسطے اسطرح
کی نکالی ہی کہ جس سے دو چار پل کے اندر سیکڑون کوس سے جواب آجاتا ہی چنانچہ بیان اسکا
یون ہی کہ جب ایک سوئی چمبک کی بنا کر کسی چیز پر قبلہ نما کی طرح قائم کر دیوین تو اسکا منہہ بیشک اُتر
کی طرف پھرا رہیگا لیکن جسوقت کہ ایک لوہے کا تار سوئی سے الگ اُسکے گرد رکھا جاوے
تو بسبب سیلان الیکٹری سٹی یعنی قوت کہربائی کے وہ سوئی پورب اور پچھم کی طرف گھوم کر
رہجاتی ہی جسوقت کہ پورب کے تار سے الیکٹری سٹی گذری جاویگی تب وہ سوئی پورب کیطرف
گھوم جاویگی اور جب پچھم کے تار سے پہنچائی جاویگی تو پچھم کی طرف پھر جاویگی بس غور کرو کہ
بنارس سے دلی تک سڑک کے اوپر جو لوہے کا تار لگایا گیا ہی اور ایک چمبک کی سوئی دلی

مین اُس تار کے سرے کے نزدیک قائم کی ہی تو جب وہ آدمی جسکو بنارس سے دلّی کو خبر بھیجنا
منظور ہی بنارس مین بیٹھکر اُس تار سے ایلکٹری سٹی گذاریگا دلّی مین وہ چمبک کی سوئی فوراً گھوم جاویگی
اب خیال کرو کہ تم دلّی والے سے پوچھا چاہتے ہو کہ اچھے ہو تو یہہ سابق سے اسکے کارخانون مین اشارہ
مقرر ہو گیا ہی کہ جسوقت سوئی پورب طرف گھومے تو الف کا حرف سمجھا جاوے اور پچھم طرف پھیرے
تو جیم جانا جاوے اور جسدم پورب کو دو دفعہ تیزی سے جلد جلد سوئی پھرے تو یا سے مجہول
سمجھنا چاہیے اور جبتک پچھم کی جانب دو دفعہ جلد جلد سوئی جاوے تو ہاے جانو اور جب تیزی
سے ایک دفعہ پورب اور ایک دفعہ پچھم کو سوئی جاوے تو واو مجہول سمجھنا چاہیے تب بیشک وہ
آدمی دلّی والا ایلکٹری سٹی کے زور سے اُس سوئی کو اس روش پر گھومتی ہوئی دیکھکر فوراً سمجھ جاویگا
کہ بنارس والا پوچھتا ہی کہ اچھے ہو انگلستان مین ہر ایک شہر سے لندن کے درمیان اُس ڈاک پر
خبر بھیجنے مین بیس لفظون تک کا تین روپیہ سے لیکر سات روپیہ تک محصول لگتا ہی وہان ان
کارخانون کے واسطے بھی ایک سالانہ حصے کی کوٹھی مقرر ہی اور اِس کوٹھی کے ساجھی ساٹھ شہر کی
خبر ایک جگہہ سے دوسری جگہہ پہنچاتے ہین اور شہرون کے تار کا طول سب ملاکر سوا لاکھ کوس
ہی اور ایک ہزار آدمی اس کمپنی کے ملازم ہین غرض اس ٹیلیگراف کا کارخانہ ولایت مین رات دن ڈاک
کے طور پر جاری رہتا ہی اور بھاگے ہوئے مجرمونکی گرفتاری اور ساہوکاری اور تجارت کی خبرین پہنچانے
واسطے یہہ تار کی ڈاک خوب کام مین آتی ہی کیا خدا کی قدرت ہی کہ ایک پل مین سیکڑون کوس خبر پہنچ
جاتی ہی نکمّی اور بیقدر چیزون کے قیمتی ہو جانے کے واسطے یہی دلیل کافی ہی کہ انگلستان مین گھوڑون
کے نال باندھنے کے وقت جو سُم چھیلے جاتے ہین وہ بھی ٹکڑے پھینکے نہین جاتے بلکہ اُسکو
کاریگر لوگ جمع کرکے پروسیٹ آو پوٹاش جو ایک قسم کی دوا ہی بناتے ہین اور ولایت مین جب لوہے

کی دیگچیان پرانی ہوکر ٹوٹ جاتی ہین اور مرمت کے قابل ور کام کے لائق نہین رہتین تب اُسکو
بھی لُہار اور بڑھئی لوگ کاٹ کاٹ کر تیر سے بناتے ہین اور اُن تیرون پر روغن چڑھا کر اور
برمے سے چھید کر صندوقون کے جوڑ پر لگاتے ہین علاوہ اسکے کتنی چیزین کیا موقوف ہی
ہم جانتے ہین کہ کلون کے زور سے کتنے آدمی بھی کام کے بن جاتے ہین انگلستان مین
ایک اندھے نے جال بنانیکے واسطے ایک کل سوت کاتنے کی ایسی ایجاد کی ہی کہ اُسکو اندھے
لوگ چلاتے ہین سوا اسکے وہان کاریگرون نے جوتے اور دستانے بھی اسطور کے
طیار کیے ہین کہ اُسکو پہنکر لنگڑے لولے لوگ کام کرسکتے ہین بعضے وقت کلونکے نہ رہنے
سے انسان کو ناحق اپنا روپیہ اور محنت ضائع کرنا پڑتا ہی دیکھو جزیرۂ جاوا سے چین کے ملک
کی کشتیون مین روئی بھر کر جایا کرتی ہی لیکن اس باعث سے کہ جاوا کے لوگ کوئی کل روئی سے
بنولا جدا کرنے کی نہین رکھتے وہان کے آدمیون کو سیر بھر روئی مین تین پاو بنولا ڈھونا پڑتا ہی
اور جسپر بھی وہ لوگ انگریزونکی طرح روئی کسنے کی ترکیب نہین جانتے اسی سبب سے جس
کشتی مین انگریز لوگ تین ہزار من روئی لادتے ہین اُسپر جاوا کے آدمی ہزار من سے زیادہ
نہین لادسکتے اے ہندوستانیو تم بھی کیون نہین انگریزی پڑھکر اسطور کی کلین طیار کرتے
کہ جس سے تمہارے ملک مین بھی دولت کی افزائش ہو اور سب لوگ بہتر سے پہنتے

کاہلی اور صبر

اگر سُست آدمی اپنی کاہلی کا نام صبر رکھکر جو ادعا کہ صبر کیے ہین اُن سے اپنے کو الگ
سمجھتا ہی اسلیے اب ہم کچھہ تھوڑا سا فرق کاہلی اور صبر کے درمیان اپنی سمجھہ کے موافق بیان
کرتے ہین کاہل وہ آدمی کہلاتا ہی کہ باوجود کوئی ایسا کام کرنے پر جس سے اپنا یا دوسرے کا

بھلا ہو سکے قادر ہونیکے اُس کام کو نکرے اپنے انمول فرصت کے وقت کو ایسے بیہودہ کام
مین گنوا دے کہ جس سے اپنا یا کسی کا بھلا نہو ایسے لوگون نے ناحق اس جہان مین پیدا
ہو کر زمین کی پیٹھ کا بوجھ بڑھایا بہت آدمی ایسے نظر آتے ہین کہ جانورونکی طرح کھانا پینا
اور سونا تو اچھی طرح جانتے ہین لیکن اگر اُنسے کچھ محنت کرنیکو کہا جاوے تو وہ یہی جواب دیتے
ہین کہ ہم صبر کا امرت پھل کھا کر بیٹھے ہین اپنی اوقات یہہ لوگ کھانے پینے اور سونے کے
بعد ہمیشہ کھیل کود مین کاٹتے ہین اور جب خرچ کی ضرورت پڑتی ہی تو اپنے محنتی دوست آشناون
کو جا کر ستاتے ہین بلکہ بعضے تو چوری اور جوا بھی عیب نہین سمجھتے اور بعضے لوگ صاف
بیغیرت بنکر کھلے خزانہ بھیک مانگنے لگتے ہین ایسے آدمی نہ تو اس دنیا مین کبھی سرخروئی حاصل
کرینگے نہ اُس جہان مین بہشت پاوینگے صبر کرنیوالا وہی شخص ہی کہ جو رات دن اپنے یا دوسرے
کے بھلے کیواسطے محنت کرتا ہی اور اگر اُسکی وہ محنت ضائع بھی ہو جاوے یا اُسپر کوئی آفت
آن پڑے تب بھی اُسکو ناگوار نہین گذرتا بلکہ اگر اُس کام کا کچھ پھل ہی نہ ملے تو بھی وہ صبر سے
ہاتھ نہین اُٹھاتا ہی یہان تک کہ جسطرح چاند اور سورج زمین کے گرد گھومنے سے نہین تھکتا
یہہ محنت کش بھی جبتک جیتا رہتا ہی تب تک اُس نیک محنت مین غرق رہا کرتا ہی بوستان مین
شیخ سعدی نے بھی اس جگہہ پر ایک اچھی نقل بیان کی ہی کہ کسی دن ایک بادشاہ شکار کھیلنے
گیا وہ جنگل مین گیا دیکھتا ہی کہ ایک لومڑی بے ہاتھ پانون کی ایک گڑھے مین پڑی ہی بادشاہ
اُسے دیکھکر بہت حیرت مین آیا کہ یا الٰہی اپاہج یہان کسکے ہاتھ سے اپنی خوراک پاتی ہوگی کہ اتنے
مین اُسنے کیا دیکھا کہ ایک شیر شکار مارکر منہہ مین لیے ہوئے سامنے سے آیا اور اُس لومڑی کی ماند
مین ڈالکر الگ ہو گیا لومڑی نے اُسکو خوب پیٹ بھر کے کھایا بادشاہ کے دل مین اس حال نے ایسا

اثر کیا کہ وہ دنیا کی طرف سے بالکل اُداس ہوکر اُسی وقت گھوڑے کو چھوڑ ایک درخت کے تلے جا بیٹھا اور اپنے رزق کی فکر مطلق نہین کی یہان تک کہ سات دن گذر گئے تب آٹھوین وقت مین ایک غیب کی آواز اُسکو یہہ سنائی دی کہ ای بادشاہ تیرے تو ابھی ہاتھہ پانون سب درست ہین تو شیر رہ لومڑی کیون بنا جاتا ہی؛

تحمل

کہتے ہین کہ ڈاکٹر اینڈ ایک بار وہ صاحب ایک روز کسی دوست کے گھر مین کھانا کھانے گئے تھے آدھی رات کو وہان سے پھر کر جب اپنے گھر آنے لگے اور مکان کے اندر چلے تو اُنکے کُتے نے جو گھر کی حفاظت کے واسطے رات کے وقت زنجیر سے کھولا جایا کرتا تھا اجنبی آدمی کے دھوکے مین جھپٹ کر دانتون سے پانون پکڑ لیا تب اگرچہ ڈاکٹر صاحب نے بھی اُسکا گلا اسطرح ٹیپا کہ چاہتے تو اُسیدم مار ڈالتے لیکن پھر دل مین سوچے کہ اس کُتے نے تو حق اپنے نمک کا ادا کیا قصور ہمین ہمارا ہی ہی کہ اتنے رات گئے بغیر روشنی کے اپنے گھر مین جانیکا ارادہ کیا پس ڈاکٹر صاحب تحمل کو کام مین لاتے اور اپنے نوکرون کو پکارتے رہے یہان تک کہ نوکر دوڑے اور صاحب کا پانون کُتے سے چھڑایا؛

کیمیاگری

ہندوستان کے لوگون کو ٹھگنے کے واسطے حریفون کو یہہ بہت اچھی ترکیب یاد ہی کہ جو آدمی کسی طور سے دم پر نہین چڑھتا وہ کیمیاگر کا نام سُنتے ہی باولا ہو جاتا ہی اِن ٹھگونکا دستور کہ فقیر ونکا بھیس بدلکر ہر ایک شہر مین گھومتے رہتے ہین اور مکر و فریب کا جال ہر جگہہ ڈالے پھرتے ہین جب کبھی کوئی اِنکے فقرے مین آجاتا ہی جھٹ پٹ اُسکے کپڑے اُتار کر خاک مین ملا دیتے ہین

یہہ ہندوستانی نا سمجھہ اتنا بھی نہین جانتے کہ جو شخص کیمیا بنانا جانتا تو وہ اُسکے لیے چاندی اور سونا کیون مانگتا افسوس ہے کہ اس ہندوستان کے آدمی تین حصے سے زیادہ کیمیاگرون کے ہاتھہ سے کشتہ ہوتے ہین جسپر یہہ بیوقوف نہین جانتے کہ اس بلا سے دور بھاگنا ہمارے حق مین اکسیر ہے پس ایسی چیز کی تلاش مین جو کوئی اپنا مال پھونکے وہ کاٹھہ کا اُلو آخر کو دو کوڑیکا بنجاویگا اور سارے زمانے مین بیوقوف کہلاویگا جاننا چاہیئے کہ بعضے کیمیاگر زبردستی تو زور سے دھاتون کا رنگ بدلکر اپنا کام نکال لیتے ہین اور بعضے اسطرح کا ہتھہ پھیر کرتے ہین کہ پارے اور تانبے کی جگہہ پوشیدہ چاندی اور سونا رکھکر جھٹ پٹ لینے گاہک کو چاندی سونا دکھا دیتے ہین لیکن بعضے تو ایسے طرار اور چالاک ہوتے ہین کہ وہ خالی ہی باتون سے انسان کو دانو پر چڑھا لیتے ہین چنانچہ اب ہم ان مکار کیمیاگرون کا کچھہ احوال یہان کے لوگون کو ہوشیار کرنیکے واسطے اس مقام پر پہنچا دیتے ہین کسی شہر مین ایک فقیر لنگا لنگوٹ بند ایک بقال کی دوکان پر آن بیٹھا بقال نے بھی اُسکے آگے ایک تمباکو کی چلم چڑھا کر رکھہ دی لیکن اُس فقیر نے نہایت چالاکی اور پھرتی کرکے جھٹ پٹ تمباکو کی جگہہ ایک سونے کی ڈلی رکھدی اور چلم اُسکی دوکان پر الٹ کر چلا گیا کچھہ دیر کے بعد بنیئے نے جب اُس چلم کو اُٹھایا تو دیکھا کہ اُسکے نیچے کندن دمک رہا ہے بقال اُسکو دیکھتے ہی بے اختیار ہوگیا اور بولا کہ ہائے یہہ تو بڑی سونے کی چڑیا ہاتھہ سے اُڑ گئی لیکن چار پانچ روز کے بعد وہی فقیر پھر اُسکی دوکان کے سامنے سے نکلا تب تو یہہ بقال اُسکی صورت دیکھتے ہی اپنے دل مین نہال ہوگیا اور دور ہی سے دوڑکر اُسکا قدم لیا اور گڑگڑانے لگا کہ شاہ صاحب کچھہ ہم کنگال پر کرم کرو شاہ جی نے پہلے تو بہت سا نخرا کیا لیکن آخر کو بہت سے بولے کہ اچھا بابا اب ہم ایکبارگی تیرا بیڑا پار کردیتے ہین لیکن بابا بغیر

صنامن تو وہی بھی نہین جتنا جسقدر تیرے گھرمین سونا ہو جمع کر رکھہ ہم رات کو تیرے گھرمین
آوینگے بقال اُسکی باتون پر ایسا پھسلا کہ گھر جاتے ہی اپنی بی بی کا سارا زیور اُتار رکھا شام کے
وقت شاہ جی بھی اپنے وعدے بموجب آن پہنچے اور ایک کوٹھری کے اندر چار پانچ من
کنڈے سلگا کر اُسمین اُسی بنیے کے ہاتھہ سے ایک گھڑیا کے درمیان پہلے تو سیر بھر تانبا
رکھوایا اور پھر جسقدر گہنا اُس بنیے نے اپنی بی بی کا اُتار رکھا تھا وہ سب کا سب اُسکے اندر
ڈلوا دیا اور ایک پڑیا راکھہ کی جھولی مین سے نکال کر اُس گھڑیا مین چھوڑ دی ایک گھنٹے کے
بعد جب دھوان اُن کنڈون کا اُس کوٹھری مین اچھی طرح سے گھٹ گیا اور بنیا آنکھین ملنے
لگا تب شاہ جی نے آگ مین سے وہ سونیکی پوٹلی نکال کر اپنی جھولی مین رکھہ لی اور وہین
بیٹھکر رات کاٹی صبح جب ہوئی تو حضرت بولے کہ بابا مال تو طیار ہو گیا ہی لیکن ابھی ٹھنڈا
نہین ہوا اسوقت چھیڑنے سے کچا رہجاویگا جب تک یہہ کنڈے ٹھنڈے ہون تب تک
ہم دریا سے نہا آوین یہہ کہکر شاہ جی تو سونا لیکے وہان سے چمپت ہوئے اور بنیے نے
جب دیکھا کہ بڑا عرصہ گذرا شاہ صاحب نہین آئے تو وہ آپ ہی اُس راکھہ کے ڈھیر مین سے
سونے کا تھکا تلاش کرنے لگا چنانچہ تانبا اُسمین ملا لیکن سونا کہان ملنا تھا تب تو بیچارا
بنیا رونے پیٹنے لگا اور پھر آخر کو صبر کر کے بیٹھہ رہا ✣

اِسی طرح کا ایک ماجرا مالوے کے اخبار مین دیکھا گیا ہی کہ ایک گسائین نے
ایک دولتمند کی تمام چاندی جمع کروائی اور پوجا پاٹ مین مشغول ہو کر منتر پڑہ پڑہ کر
گھنٹا بجانے لگا جسوقت آدھی رات آئی اور گھر والے سب سوگئے تب گسائین تمام اسباب
اور چاندی سونا لیکر وہان سے روانہ ہوا صبح کے وقت جب مکان کے مالک نے اُٹھکر دیکھا

تو دولت حسکے بدلے ایک پھوٹی کوڑی بھی نہین پائی   الغرض مراد ہماری ان مثالونکے لکھنے سے یہہ ہی کہ ایسے لوگ باتون کے سننے سے کبھی دغا نپاوین اور کسی کے فریب مین آوین۔

سچ بولنا

شیخ عبدالقادر جیلانی اپنے لڑکپن کی ایک نقل سے کس خوبی اور آسانی کے ساتھ ہم لوگون کے دلکو سچ بولنے کا شوق دلاتے ہین کہ جب حضرت نے اپنی والدہ سے بغداد جانیکے واسطے رخصت چاہی تو انھون نے گریہ وزاری کی اور اسّی دینار کی ایک تھیلی نکال دی اور کہا کہ ای بیٹا تیرا ایک بھائی اور بھی ہی اسلیے تو اسکا آدھا چالیس دینار لیجا لیکن خبردار کبھی کسی سے جھوٹھ مت بولنا بعد اسکے رخصت دی اور کہا کہ لو خدا حافظ اب ہمارا تمھارا ملنا قیامت مین ہوگا غرض وہان سے کوچ کرکے وہ خیر و عافیت سے ہمدان تک پہنچے اتفاقاً وہان انکا قافلہ لٹیرون کے ہاتھ سے لوٹا گیا اسوقت ایک ڈاکو نے حضرت سے پوچھا کہ تیرے پاس کیا ہی آپ نے جواب دیا کہ چالیس دینار ہین ڈاکو نے خیال کیا کہ یہہ لڑکا ہنسی کرتا ہی پھر دوسرے ڈاکو نے انسے وہی بات پوچھی اسنے بھی ویسا ہی جواب پایا پھر جب قافلہ لوٹ چکا ڈاکو لوگ آپسمین مال اسباب کا حصہ کرنے لگے تو اس لڑکے کو سردار کے پاس لیگئے چنانچہ سردار نے بھی پوچھا کہ تمھارے پاس کیا ہی حضرت نے جواب دیا کہ مین تو تمھارے دو آدمیون سے کہہ چکا ہون کہ میرے کپڑے مین چالیس دینار سیے ہوئے ہین سردار نے کپڑے کو ادھیڑ کر دیکھا تو چالیسون دینار نکل آئے تب تو سردار نہایت حیرت مین آیا اور پوچھا کہ جس چیز کو تمنے اس حفاظت سے چھپایا تھا اسکو اسطور سے کیون ظاہر کر دیا تب حضرت شیخ نے کہا کہ تمنے اپنی والدہ سے قول کرلیا ہی کہ ہم کبھی جھوٹ نہین بولینگے پھر ہم

کسطرح جھوٹ بولتے تب تو یہہ بات سُنکر سردار بولا کہ ای لڑکے تو اِس چھوٹی سی عمر مین اپنی
والدہ کو اسقدر مانتا ہی مین اتنی بڑی ڈاڑھی سفید ہونے پر بھی اپنے حق تعالی کا شکر جو میرا
اصلی باپ ہی ادا نہین کر سکتا اِس اتنا کہنے کے بعد وہ سردار بولا کہ ای لڑکے اب مین نے
بھی اپنے اعمال سے توبہ کی چنانچہ اُسنے ویسا ہی کیا پھر تو اُس سردار کے ساتھیون کے
دل مین بھی اِس ماجرے کے دیکھنے سے ایسا اثر ہوا کہ اُسیوقت سبنے اُسکے ہاتھہ پر توبہ کی اور
لوٹ کا سارا مال اسباب قافلے والون کو پھیر دیا۔

دنیا سرا ہی

کہنے کو تو سب لوگ اِس دنیا کو سرا کہتے ہین لیکن دل مین کوئی شاذ و نادر آدمی اِس جہانکو
سرا سمجھتا ہوگا یقین ہی کہ یہہ ایک نقل جو بیان کیجاتی ہی اِسکے پڑھنے سے سبکو اِس دنیا کے
سرا ہونے پر کچھہ شبہہ نہین باقی رہیگا چنانچہ وہ نقل یہہ ہی کہ اتفاقاً کسی بادشاہ کے باغ کے
اندر ایک مسافر ناواقف فقیر چلا آیا اور اپنی جھولی اور تونبا مسند کے اوپر رکھکر بادشاہی چھپر کھٹ
مزے سے سو رہا جب بادشاہ وہان آیا تو فقیر کو دیکھکر نہایت غضبناک ہوا اور کہا کہ ای احمق
تو یہان کسطرح آ گئے بابا اُس فقیر نے یہہ سُنکر جواب دیا کہ بابا اِتنا کیون گرم ہوتا ہی مین تو اِس
مکان کو سرا سمجھکر ایک کونے مین بستر لگا کے بیٹھا ہوا ہون بادشاہ یہہ بات سُنکر اور زیادہ
غضب مین آیا اور بولا کہ اب بے سر کیسے کہتا ہی نہین جانتا کہ یہہ میرے رہنے کا محل ہی تب
فقیر بولا کہ سن بابا جب تو پیدا نہین ہوا تھا تب یہان کون رہتا تھا بادشاہ نے کہا میرا باپ رہتا
تھا فقیر نے پوچھا تیرے باپ کے پہلے یہان کون شخص رہتا تھا بادشاہ نے کہا میرا دادا رہتا
تھا فقیر نے کہا تیرے دادا کے پہلے کون رہتا تھا بادشاہ بولا میرا پردادا رہتا تھا اُسکے پہلے

جب بادشاہ اپنی سات آٹھہ پشت تک کا نام لیگیا تو فقیر نے کہا کہ ای بابا جس گھر مین اِتنے
آدمی رہ رہ کر چلے گئے وہ سرا نہین ہی تو اَور کیا ہی تو بھی اِسیطرح ایک روز چلا جایگا پھر کسواسطے
اِس مکان کو اپنا بتاتا ہی بادشاہ کے دل پر اِس کلام کا بڑا اثر ہوا اور کچھہ دیکر فقیر کو رخصت کیا ؛

آگ کا بچاو

لوگ جو کہتے ہین کہ فلانی جگہہ آگ لگ گئی حقیقت مین اگر انسان غور کرے تو اپنی ہی غفلت
سے گھر مین آگ لگتی ہی دیکھو جس طرح بیماری کے وقت دوا کی نسبت بیماری کے پیشتر پرہیز کرنا خوب
ہی اِسیطور سے اسباب مین ہماری صلاح یہہ ہی کہ سوتے وقت کبھی گھر مین چراغ کو جلتا چھوڑ دینا
نہین چاہیے اگر مکان مین روشنی رکھنا منظور ہو تو بتی کو ایسی جگہہ رکھین کہ جہان کپڑا لکڑی
یا کوئی چیز جلنے والی اُسکے نزدیک نہ رہے جس گھر مین آتشدان ہو اُسکو بغیر صاف کیے تین مہینے
سے زیادہ نہین رکھنا چاہیے کیونکہ اکثر ایسا اتفاق ہوجاتا ہی کہ آتشدان مین دھوان جمکر اُسمین آگ
لگنے سے بڑے بڑے مکان جل جاتے ہین آتشدان کی آگ بجھانیکے واسطے اُسکے اندر بھیگا ہوا
کمل یا قالین لٹکا دینا چاہیے اور کچھہ پسا ہوا نمک بھی اُسکے اندر دینا لازم ہی ؛

اگر کسی کے کپڑے مین آگ لگجاوے تو چاہیے کہ اُسوقت بدحواس ہوکر چارون طرف دوڑنے
نہ لگے کیونکہ دوڑنے مین ہوا لگنے سے آگ زیادہ بھڑک جاویگی بلکہ مناسب ہی کہ اُسوقت کمل یا
قالین یا دری اور بچھونا جو موجود ہو تو جھٹ پٹ اُسکو بدن مین خوب کسکر لپیٹ لیوے اور جس حالت مین
کہ کوئی چیز موجود نہو اور نہ کوئی مدد کرنیوالا نزدیک ہو تو اُسوقت واجب ہی کہ بدن سے کپڑون کو اچھی
طرح کسکر باندھے اور زمین پر لوٹنے لگے اور خوب بدن کو گھستا رہے ؛

نکتہ

ماباپ کو چاہیے کہ اپنے لڑکے بالونکی طبیعت چھوٹی ہی عمر سے اچھے کام کی طرف رجوع کریں نقل ہی کہ قسطنطن پادشاہ روم کا ہر ایک پروانہ جو کسی کا قصور معاف کرنیکے واسطے جاری کیا جاتا تھا اپنے لڑکے سے دستخط کرواتا تھا اور جب کبھی کسیکو کچھ بخشش اور انعام دینا منظور ہوتا تو اُسی لڑکے کی زبان سے وہ حکم دلواتا

غرور کی دوا

غرور انسان کے لیے سب عیبون سے بدتر ہی اسمین فائدہ کسی صورت سے حاصل نہین ہوتا اور نقصان تمام سر ہی اس حرکت سے اپنے تئین تو ذرہ بھی خوشی حاصل نہین ہوتی اور دوسرون کو نہایت رنج ہوتا ہی اس فعل سے غیر آدمی تو کبھی دوست نہین ہوتا بلکہ دوست خود نفرت کرنے لگتا ہی غرور وہ شی ہی کہ جو بہ نسبت آورون کے خود اُس شخص کو جو اُسے اپنی چھاتی مین جگہہ دیتا ہی زیادہ دُکھہ درد پہنچاتا ہی حقیقت مین یہہ وہ عیب ہی کہ جس سے تمام ہنر چھپ جاتے ہین پس ایسے مرض کا علاج کرنا ضرور چاہیے سب کو معلوم ہو کہ جسطرح تپ زکام کھانسی پھوڑا پھنسی وغیرہ بدن کی بیماریان ہوا کرتی ہین اسیطرح غرور غصہ اور طمع وغیرہ دل کے مرض ہین اور جس طور سے بدن کی بیماریون کے لیے بہت سی دوا کھانے پینے کی مقرر ہی اسیطرح دل کے مرضونکے واسطے بہت سے نسخے سوچنے اور غور کرنیکے موجود ہین چنانچہ ہم یہان ایک نسخہ مغرور آدمی کیواسطے لکھتے ہین جن لوگون کے دل کو یہہ مرض ہو وہ تین روز تک اسکو اچھی طرح سے غور کرین اور بدون کی صحبت سے پرہیز کرین اُمید ہی کہ خدا کے فضل سے بالکل چنگے ہوجاوینگے

نسخہ

کسی روز ایک شخص جسکا نام مرزا اکڑبیگ تھا بازار مین چلا جاتا تھا پگڑی کی پٹی اتنی
ترچھی سجے ہوئے تھا کہ ایک آنکھ اُسکی چھپ گئی تھی اینٹھ اُسکے بدن مین ایسی
کہ اُردو کا آٹا بھی کیا اینٹھیگا بدن پر ہتھیار اتنے لدے ہوئے کہ تول مین اُسکے بدن سے
بھی زیادہ بھاری ہونگے ایک انیدار کفش پر سوار افلاطون کا سالا بنا ہوا فرعون بےسامان کی
صورت سے کبھی ڈاڑھی مونڈھے اور کبھی آسمان کی طرف دیکھتا ہوا پنجون کے بل گن گنکر
قدم رکھتا چلا جاتا تھا اور گھمنڈ کے نشے مین آنکھین بند کیے ہوئے پان چباتا چلا جاتا تھا
پانون کہین رکھتا تھا پڑتا کہین تھا اِتنے مین ایک غریب بوڑھا پانون سے لنگڑا لاٹھی ٹیکتا
ہوا سامنے سے چلا آتا تھا اتفاقاً کہین اُس اکڑبیگ کا دھکا اِس غریب کو لگ گیا اُس اکڑبیگ
نے رحم تو نکیا بلکہ اُلٹا خود تیوری چڑھا کے اُس بڈھے کو گھڑک کر بولا کہ ابے تو نہین جانتا
کہ مین کون ہون یہہ سنکر اُس بیچارے نے ہاتھ باندھکر عرض کیا کہ ای حضرت مین آپ سے خوب
واقف ہون یہان تک کہ مین تو یہہ بھی جانتا ہون کہ آپ کیا تھے اور کیا ہو جاوینگے تب تو مرزا صاحب
اِس بات کو سنکر گھبرا گئے اور نہایت تعجب کر کے بولے کہ بھلا بتا تو سہی کہ تو میرا حال کیا جانتا ہے
تب وہ بڈھا بولا کہ سن مین تیرا حال بیان کرتا ہون تو پہلے ایک بوند موت کی تھا کہ جسکے نکل پڑنے
سے احتیاج نہانے کی ہو جاتی ہے پھر تو اپنی ماں کے پیٹ سے اُس لہو سے پلا کہ جو تمام تھوکون کے
لہو سے زیادہ ناپاک ہے اور اب تو ہڈی گوشت لہو چربی اور تھوک بلغم پیتا اور اسیطرح کی سیکڑون غلیظ
چیزون کا پتلا بنا ہوا ہے اور پھر تھوڑے دن مین گل سڑ کر خاک مین مل جاویگا اور تب اگر چیل کوے
اور گدھ وغیرہ گوشت تیرے اِس ناپاک بدن کی بوٹی بوٹی نوچ کھا دین تو کچھ تعجب نہین اور کھوپری سبکی ٹھوکرون

سے تلے آویگی دیکھہ دارا و سکندر اور کیکاؤس وغیرہ بڑے بڑے آدمی کو قواس جہان نے باقی نہین چھوڑا پھر تو کس گنتی مین ہی کہ تو اتنا گھمنڈ اور غرور پر چڑھا ہی ✤

پتھر کا چھاپا

جاننا چاہیے کہ پتھر کے چھاپہ خانے کا ایجاد سب سے پہلے بیچ ۱۷۹۵ء اور ۱۷۹۸ء کے درمیان یوریا کی ولایت کے اندر میونچ شہر مین ہوا تھا ایک فرنگی جسکا نام ایلوس سنیفلدر تھا اُسکو اپنی تصنیف کی ہوئی کتابین پھیلانے کے واسطے سیسے کے حرف مین چھپوانیکا مقدور نہین تھا کیونکہ اُسمین روپیہ بہت خرچ ہوتا ہی اِسلیے اُسنے سوچتے سوچتے پتھر پر کتاب چھاپنے کی ترکیب نکالی اور سیج مین اپنا مطلب حاصل کرلیا میونچ سے اس علم نے الیمان کے ملک مین جسکو انگریز لوگ جرمن کی ولایت کہتے ہین رواج پایا اور پھر وہان سے بڑھتا بڑھتا فرانسیس اور انگلستان مین آیا اور پھر اب تو سارے جہان مین جاری ہوگیا غرض یہی پتھر کا چھاپا جو آج کل اِسقدر کام دیتا ہی ۱۷۹۵ء کے پیشتر کسی نے اِسکو خواب مین بھی نہین دیکھا تھا

کینہ کُشی

نقل ہی کہ ایک دفعہ کسی شخص نے ایک آدمی کو تنگ کیا اور ستایا تھا اتفاقاً ایک مدت مین اُس آدمی کو بھی اختیار ہوا تو اُسنے اپنے دشمن سے اپنا کینہ لینا چاہا چنانچہ ایک روز وہ آدمی اُس کام کے لیے اپنے باپ سے صلاح پوچھنے لگا کہ یہہ کام انسان کا ہی یا نہین کہ جو کوئی جیسی بُرائی ہمارے ساتھہ کرے ہم بھی اپنا قابو پاکر اُس سے بدلہ لیوین یہہ سُنکر اُسکے بڈھے باپ نے جواب دیا کہ ای بیٹا یہہ کام بیشک انسان کا ہی کہ دشمن سے دل مین کینہ رکھے اور قابو پاکر اپنا عوض لیوے مگر یہہ بھی جاننا چاہیے کہ یہہ کام فرشتون کا ہی کہ قابو کے وقت قصور معاف کردے اور کینہ دل سے

نکال ڈالے اور بھلائی کرے غرض اُس آدمی کے دل پر اِس کلام نے ایسا اثر کیا کہ اُسنے اپنے دشمن کا گناہ بخش دیا اور عوض مطلق نہین لیا پس حقیقت یہہ ہی کہ جو شخص اپنے دل مین کینہ رکھتا ہی وہ گویا اپنے زخم کو ہمیشہ تر و تازہ رہنے دیتا ہی ؁

بیوقوفون کی نقلین

ایک بیوقوف تیرنا سیکھنے کے واسطے دریا مین اُترا اور پہلے ہی غوطے مین اُسنے قسم کھائی کہ اب ہم جب تک تیرنا بخوبی نہ سیکھ لینگے تب تک پانی نہ چھوینگے ؁

ایک بیوقوف اپنا گھر بیچنے کیواسطے مکان کی دیوار کا ایک پتھر نکال کر لوگون کو نمونہ دکھلاتا پھرتا تھا ؁

ایک احمق اسبات کو دریافت کرنیکے لیے کہ نیند مین میرا چہرہ کیسا معلوم پڑتا ہی ایک آئینہ مُنہ کے سامنے رکھکر سو رہا ؁

ایک احمق نے اپنے دوست کو دیکھکر کہا ہمنے سنا تھا کہ یار تم مر گئے اُسکے دوست نے جواب دیا کہ دیکھ لو مین تو ابھی جیتا ہون اسپر وہ بیوقوف بولا کہ یہہ بات ٹھیک ہی لیکن جس شخص سے مین نے خبر پائی ہی اُسکی بات بہ نسبت تمھاری بات کے زیادہ قابل اعتبار کے ہی ؁

ایک بیوقوف نے سُنا کہ کوا دو سو برس جیتا ہی اسبات کی آزمایش کیواسطے اُسنے ایک کوا پکڑ کر پنجرے مین بند کر کے رکھ چھوڑا ؁

نقل ہی کہ تین شخص ایک احمق دوسرا گنجا تیسرا حجام تینون ملکر سفر کو نکلے رات کے وقت پہرا بانٹ کر دو آدمی تو سو رہے اور وہ حجام جاگتا رہا اُسنے اپنے جی مین یہہ سمجھکر کہ کام سے خالی نہین رہنا چاہیے بیٹھے بیٹھے اُس بیوقوف کا سر جو غافل سو رہا تھا مونڈ ڈالا بعد اُسکے حجام نے اُس

بیوقوف کو پہرے کے لیے جگایا اور آپ سونا چاہا لیکن اس عرصے مین حجام اُس بیوقوف کا ہاتھہ کہین اپنے سر پر پڑا تو وہ حجام سے بڑی حجت کرنے لگا اور کہنے لگا کہ تو نے میرے بدلے گنجے کو کسواسطے جگایا پہرا تو میرا چاہیے تھا ٭

خوشی

ایک آدمی ہمیشہ یہہ کہا کرتا تھا کہ جس چیز سے جانورونکو خوشی حاصل ہوتی ہے اُسی چیز سے انسان کو بھی خوش رہنا لازم ہے جیسے کہ جانور کہانے سونے اور مباشرت سے خوش رہین اُسی طرح انسان کی خوشی کے لیے بھی وہ کافی ہین اُس آدمی کی یہہ بات سُنکر ایک بزرگ استاد نے کیا کام کیا کہ ایک سوّر کو کیچڑ مین سے نکالکر مخملی مسند پر بٹھا دیا اور اُس آدمی کو کیچڑ مین ڈال دیا اور کہا کہ اگر تمھارے نزدیک جانور اور آدمی کی خوشی یکسان ہے تو بس تم کیچڑ مین اور اس سوّر کو مسند پر خوش رہنا چاہیے تب تو اُس بیوقوف کو خوشی کی قدر معلوم ہو گئی یہانتک کہ وہ اُس اُستاد سے پوچھنے لگا کہ اب مہربانی کر کے آپ یہہ بتلاییے کہ جانور اور آدمی کی خوشی کا فرق کیا ہے تب اُس بزرگوار نے جواب دیا کہ سنو بھائی خوشی مانند غذا کے ہے اور حواس خمسہ مین سے ہر ایک حس کی غذا یعنی خوشی جدا جدا ہے پس اُور سب خوشی تو انسان اور حیوان مین برابر ہین لیکن جو عقل اور سمجھہ خدا نے انسان کو عطا فرمائی وہ وقوف اور ہوش جانورونکو نہین دیا اسلیے انسان کو اپنی خوشی حاصل کرنیکے لیے عقل و شعور کی غذا یعنی خوشی حاصل کرنا چاہیے اور اسکی خوشی پڑھنے لکھنے اور ہر طرح کے علم دیکھنے سے اور علم کا چرچا کرنے سے حاصل ہوتی ہے کیونکہ غذا ہر ایک کی وہی چیز ہے جس سے جو تازہ اور مزہ دار ہو پس بہر صورت اس دلیل سے ثابت ہوا کہ عقل کی طاقت علم ہے انسان کو علم حاصل کرنا چاہیے ٭

گنہگار

گنہگار مثل اُس آدمی کے ہی جو اپنی کاہلی اور بیوقوفی سے کسی ندّی مین بہتا چلا جاتا ہی اور کنارے سے لگنے کے لیے ذرہ بھی ہاتھ نہین ہلاتا یہان تک کہ وہ اُس ندّی کے دہانے پر پہنچ کر سمندر کی بڑی بڑی اونچی لہرون کو دیکھنے لگتا ہی تب تو گھبرا کر ہاتھ پیر پٹکتا ہی اور کنارے کی طرف جانا چاہتا ہی مگر اُسوقت پانی کا توڑ اُسکو نہین چھوڑتا اور سمندر مین جا ہی پڑتا ہی کیونکہ گنہگار عمر تو اپنی ساری کہالت اور بیوقوفی سے بُرے کامون مین کھوتا ہی اور جب موت کے دن نزدیک پہنچتے ہین تو پھر گھبراتا اور پچھتاتا ہی فقط

۲۳۸۱